

محرم الحرام کے فضائل و مسائل اور صوم عاشوراء

[الأردنية - أردو - Urdu]



جمع و ترتیب: شیخ / مبشر حسین لاہوری - حفظہ اللہ۔



مراجعة و تنسيق: شفيق الرحمن ضياء اللہ مدنی

فضائل ومساءئل شهر المحرم، وصوم عاشوراء



جمع وترتيب: الشيخ/مبشر حسين لاهوري - حفظه الله-



مراجعة وتنسيق: شفيق الرحمن ضياء الله المدني

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محرم الحرام کے فضائل و مسائل اور صوم عاشوراء (مبشر حسین)

محدث میگزین، لاہور، شمارہ: 268 اپریل 2003، صفر 1424 جلد: 35 عدد: 4

محرم الحرام ہجری تقویم کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ کے واقعہ ہجرت پر ہے۔ گویا مسلمانوں کے نئے سال کی ابتدا محرم کے ساتھ ہوتی ہے۔ ماہ محرم کے جو فضائل و مناقب صحیح احادیث سے ثابت ہیں، ان کی تفصیل آئندہ سطور میں رقم کی جائے گی اور اس کے ساتھ ان بدعات و خرافات سے بھی پردہ اٹھایا جائے گا جنہیں اسلام کا لبادہ اوڑھا کر دین حق کا حصہ بنانے کی مذموم کوششیں کی گئی ہیں۔

۱۔ محرم، حرمت و تعظیم والا مہینہ ہے

قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ...﴾ [سورة التوبة: ۳۶]

”اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں مہینوں کی گنتی بارہ ہے، اسی دن سے جب سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے ادب و احترام کے لائق ہیں، یہی درست دین ہے لہذا ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔“

یعنی ابتداءے آفرینش ہی سے اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے مقرر فرما رکھے ہیں۔ جن میں چار کو خصوصی ادب و احترام اور عزت و تکریم سے نوازا گیا۔ یہ چار مہینے کون سے ہیں، ان کی تفصیل صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةَ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ثَلَاثُ مُتَوَالِيَاتٍ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمَحَرَّمِ وَرَجَبٌ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ)

کہ جس پر وہ

اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی تھی۔ سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں، تین تو لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مضر قبیلے کا ماہِ رجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔“ (بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ التوبہ؛ ۴۶۶۲ / مسلم: کتاب القسامہ، باب تغلیظ تحریم الدماء؛ ۱۶۷۹)

مذکورہ حدیث میں دو باتیں قابل توجہ ہیں: ایک تو یہ کہ محرم بھی حرمت والے مہینوں میں شامل ہے اور دوسری یہ کہ زمانہ اپنی سابقہ حالت و ہیئت پر واپس لوٹ آیا

ہے۔ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ دورِ جاہلیت میں بھی لوگ حرمت والے مہینوں کا احترام کرتے اور جنگ و جدل، قتل و غارت گری اور خون ریزی وغیرہ سے اجتناب کرتے تھے۔ البتہ اگر کبھی حرمت والے مہینے میں انہیں جنگ و جدل اور قتل و غارت گری کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہ اپنے طور پر مہینوں کی تقدیم و تاخیر کر لیتے۔ اگر بالفرض محرم کا مہینہ ہے تو اسے صفر قرار دے لیتے اور (محرم میں اپنے مقصد پورے کرنے کے بعد) اگلے ماہ یعنی صفر کو محرم قرار دے کر لڑائی جھگڑے موقوف کر دیتے۔ قرآن مجید نے اس عمل کو نسیئی قرار دے کر زیادتِ کفر سے تعبیر فرمایا۔ (التوبہ: ۷۷-۷۸) جس سال نبی اکرم ﷺ نے حج فرمایا، اس سال ذوالحجہ

کا مہینہ قدرتی طور پر اپنی اصلی حالت پر تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے مہینوں کے ادل بدل کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ زمانہ گھوم گھما کر اپنی اصلی حالت پر واپس لوٹ آیا ہے۔ یعنی اب اس کے بعد مہینوں کی وہی ترتیب جاری رہے گی جسے اللہ تعالیٰ نے ابتداءے آفرینش سے جاری فرما رکھا ہے۔

دونوں باتوں کا حاصل یہی ہے کہ محرم ادب و احترام والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ادب و احترام والا بنایا جبکہ اس کے آخری رسول ﷺ نے اس کی حرمت کو جاری رکھا اور عرب کے جاہل بھی اس کا اس قدر احترام کرتے کہ احترام کے منافی کسی عمل کے جواز کے لئے کم از کم اتنا حیلہ ضرور کر لیتے کہ فرضی طور پر حرمت والے

مہینے کو کسی دوسرے غیر حرمت والے مہینے سے بدل لیتے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے یہ بات از خود سمجھ آجاتی ہے کہ ماہِ محرم کی حرمت و تعظیم کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت سے کوئی تعلق نہیں اور وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں جو اس مہینے کی حرمت کی کڑیاں واقعہ کربلا اور شہادتِ حسینؑ سے ملاتے ہیں۔ اس لئے کہ ماہِ محرم کی حرمت تو اس دن سے قائم ہے جس دن سے یہ کائنات بنی ہے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ کی گذشتہ آیت: ﴿يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ سے واضح ہے۔

علاوہ ازیں سانحہ کربلا، قطع نظر اس سے کہ اس میں

حضرت حسینؑ کی مظلومانہ شہادت ہوئی، کا دین اسلام سے اس معنی میں کوئی تعلق نہیں کہ اس میں دین کی حفاظت کا کوئی مسئلہ درپیش تھا بلکہ اول تو دین اسلام حضرت حسینؑ کے واقعہ شہادت سے کئی عشروں پہلے ہی نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں مکمل ہو چکا تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا...﴾ [سورة المائدة: ۳]

اور دوم یہ کہ دین کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [سورة الحجر: ۹]

معلوم ہوا کہ یہ تصوّر جہالت و لاعلمی پر مبنی ہے کہ ماہِ محرم کا ادب و احترامِ شہادتِ حسین کا مرہونِ منت سمجھا جائے بلکہ شہادتِ حسین سے پہلے اسی ماہ کی یکم تاریخ کو عمر فاروقؓ جیسے خلیفہ راشد کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آچکا تھا۔ مگر اس وقت سے آج تک کبھی حضرت عمرؓ کا واقعہ شہادت اس انداز سے پیش نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اگر کسی بڑے آدمی کی موت یا شہادت کسی مہینے کے ادب و احترام کی علامت ہوتی تو عمر فاروقؓ جیسے صحابی رسول اپنے علمی، دینی، روحانی اور خلیفہ ثانی ہونے کے حوالے سے اس بات کے حضرت حسین سے بھی زیادہ مستحق ہوتے کہ ان کی شہادت پر وہ سب کچھ کیا جاتا جو حضرت حسین کی شہادت پر کیا جاتا ہے۔

مزید بر آں حضرت عثمانؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور دیگر اکابر و جلیل القدر صحابہ کرام کی شہادتیں بدرجہ اولیٰ یہ استحقاق رکھتی ہیں مگر اہل سنت ان تمام شہادتوں پر نوحہ و ماتم اور مجالس عزا وغیرہ کا اہتمام اس لئے نہیں کرتے کہ اسلام ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا اور جو ایسا کرتا ہے اس کا دین و ایمان خطرے میں ہے اور اسلام کا نوحہ و ماتم سے کوئی تعلق نہیں۔

محرم کی بے حرمتی

ییسے تو جنگ و جدل، قتل و غارت گری، خونریزی اور فتنہ و فساد کی کسی بھی مہینے، ہفتے اور دن میں اجازت نہیں تاہم حرمت والے مہینوں میں فتنہ و فساد کی ہر ممکنہ شکل سے اجتناب کرنے کا تاکید حکم ہے۔ لیکن افسوس کہ

بہت سے لوگ ماہِ محرم کی حرمت کو اتنا ہی پامال کرتے ہیں جتنا کہ اس کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی گئی۔

ماہِ محرم کی حرمت کی پامالی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ حضرت حسین کے واقعہ شہادت پر نالہ و شیون اور نوحہ و ماتم کیا جاتا ہے۔ اپنے جسم کو از خود سخت تکلیفیں دی جاتی ہیں۔ تیز دھاری آلات سے جسم کو زخمی کیا جاتا ہے۔ شہادتِ حسین کے رنج و غم میں آہ و بکا کا ایسا عجیب و حشیانہ اور خوفناک منظر برپا کیا جاتا ہے کہ الامان والحفیظ! اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ کسی کی وفات یا شہادت پر رنج و غم اور افسوس کا اظہار نہ کیا جائے لیکن یہ اظہار شرعی حدود میں رہتے ہوئے ہونا چاہئے جبکہ نوحہ و ماتم کرنے والے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا
بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)

” وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جس نے رخسار
پیٹے، گریبان چاک کئے اور دورِ جاہلیت کے بین کئے۔“
(بخاری: کتاب الجنائز، باب لیس منامن ضرب
الخدود؛ ۱۲۹۷)

ماہِ محرم کی حرمت کی پامالی کی ایک صورت یہ ہے کہ
مسلمانوں کے مختلف گروہ آپس میں نہ صرف یہ کہ
دست و گریبان ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو قتل بھی
کرتے ہیں۔ تقریباً ہر سال ماہِ محرم میں کسی نہ کسی 'مسجد' یا
'امام بارگاہ' میں معصوم لوگ دہشت گردی کی کارروائی کا
شکار ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ کہ اسلام تو عام دنوں میں

بھی خونریزی، دہشت گردی اور فتنہ و فساد کی کسی بھی شکل کو پسند نہیں کرتا پھر بھلا ماہِ محرم میں اسے کیسے پسند کر سکتا ہے؟ اس لئے اسلام سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی کسی بھی دہشت گردی کی کارروائی سے کلی اجتناب کیا جائے۔ ویسے بھی یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص فی الواقع کفر و شرک اور ارتداد کا مرتکب ہو رہا ہو اور واقعی وہ قتل کی سزا کا مستحق ہو چکا ہو تو تب بھی ایسے شخص یا گروہ کو سزائے قتل دینے کی مجاز صرف حکومتِ وقت ہے۔ ہر کہ و مہ کو اسلام یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ کرنا شروع کر دے! یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعض دفعہ دہشت گردی کی کارروائیوں میں دشمن عناصر قوتوں کا ہاتھ ہوتا

ہے اور وہ مسلمانوں کے مسلکی و گروہی اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی فرقے کے لوگوں کو تخریب کاری کا نشانہ بنا کر دوسرے فرقے پر اس کا الزام لگا دیتے ہیں۔ پھر دوسرا فرقہ تحقیق کئے بغیر محض جوش انتقام میں مخالف فرقے کو نشانہ بناتا ہے اور اس طرح تخریب کاری کا ایک غیر متناہی سلسلہ چل نکلتا ہے۔ اس لئے امن و امان کے قیام کے لئے ہمیں ان تمام پہلوؤں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی نگاہ میں خونِ مسلم کی حرمت انتہائی اہم حیثیت رکھتی ہے۔

۲۔ محرم کے روزوں کی فضیلت

رمضان المبارک کے روزے سال بھر کے دیگر تمام

روزوں سے افضل ہیں۔ البتہ رمضان کے ماسوا محرم کے روزوں کی فضیلت سب سے بڑھ کر ہے جیسا کہ درج ذیل صحیح احادیث سے ثابت ہے:

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (أَفْضَلُ الصَّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ) (مسلم: کتاب الصیام: باب فضل صوم المحرم: ۱۱۶۳)

”رمضان المبارک کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے سب روزوں سے افضل ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز آدھی رات (یعنی تہجد) کے وقت پڑھی جانے والی نماز ہے۔“

۲۔ صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سوال کیا گیا کہ
 (أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ؟ وَ أَيْ الصَّوْمِ
 أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟)

”فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز سب سے افضل ہے
 اور رمضان المبارک کے بعد کون سے روزے سب سے
 افضل ہیں؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وہی جواب دیا جو پہلی
 حدیث (مسلم: ۱۱۶۳) میں مذکور ہے۔“

۳۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سے ایک آدمی نے عرض کیا: ”اے اللہ کے
 رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! اگر رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں، میں
 روزے رکھنا چاہوں تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کس مہینے کے روزے

میرے لئے تجویز فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں روزے رکھنا چاہے تو محرم کے مہینے میں روزے رکھنا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ایسا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور ایک قوم کی توبہ (آئندہ بھی) قبول فرمائیں گے “ (ترمذی: کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم المحرم؛ ۷۴۱)

واضح رہے کہ امام ترمذی نے اس روایت کو 'حسن' قرار دیا ہے جبکہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق نامی راوی کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہذا اسناداً یہ روایت ضعیف ہے۔ تاہم محرم کا 'شہر اللہ' ہونا اور اس

کے روزوں کا رمضان کے سوا دیگر مہینوں کے روزوں سے افضل ہونا دیگر صحیح روایات سے ثابت ہے۔

۳۔ یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت

۱۔ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (صِيَامَ عَاشُورَاءَ : إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ)۔

”مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔“ (مسلم):

کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثہ ایام؛ ۱۱۶۲)

واضح رہے کہ 'عاشوراء' عشر سے ہے جس کا معنی ہے دس ۱۰، اور محرم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کہا جاتا ہے۔

البتہ مذکورہ فضیلت دسویں تاریخ کے روزے کی ہے یا نویں کی، اس میں اہل علم کا شروع سے اختلاف چلا آتا ہے۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے...

۲۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: ”قریش کے لوگ دورِ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے اور نبی اکرم ﷺ بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو تب بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے اور صحابہ کرام کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا آپ ﷺ نے حکم دے رکھا تھا۔ البتہ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کی فرضیت ختم ہو گئی۔ لہذا اب جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔“ (بخاری): کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء؛ ۲۰۰۳ / مسلم:

کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء؛ (۱۱۲۵)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ یوم عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمان بھی اس دن روزہ رکھتے۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (إِنَّ عَاشُورَاءَ يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ اللَّهِ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ)

”عاشورا اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک (معزز) دن ہے لہذا جو اس دن روزہ رکھنا چاہے، وہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔“ (مسلم: ۱۱۲۶)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں قریش دسویں محرم کا روزہ کیوں رکھتے تھے؟ اس کا ایک جواب

تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہر سال ماہِ محرم کی اس تاریخ کو بیت اللہ کو غلاف پہنایا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ایک حدیث میں ہے (بخاری؛ ۱۵۸۲) لیکن اس پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قریش غلافِ کعبہ کے لئے یہی دن کیوں خاص کرتے تھے؟ تو اس کا جواب (اور پہلے سوال ہی کا دوسرا جواب) یہ ہو سکتا ہے جو حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ ”دورِ جاہلیت میں قریش نے ایک ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جو ان پر بڑا گراں گزرا تو ان سے کہا گیا کہ تم لوگ عاشورا کا روزہ رکھو یہ تمہارے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ پھر اس وقت سے قریش عاشوراء کا روزہ رکھنے لگے۔“

(فتح الباری: ۴/۷۳۷، کتاب الصوم، باب صوم یوم

(عاشوراء)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ: ”جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ ایک اچھا (افضل) دن ہے اور یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات بخشی (اور فرعون کو اس کے لشکر سمیت بحیرہ قلزم میں غرقاب کیا) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (بطورِ شکرانہ) اس دن روزہ رکھا (اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے (شریکِ مسرت ہونے میں) تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔“ (بخاری: ایضاً؛ ۲۰۰۴ / مسلم؛ ۱۱۳۰)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ: ”میں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ دنوں میں سے دسویں محرم (یوم عاشوراء) کے اور مہینوں میں سے ماہِ رمضان کے روزوں کے سوا کسی اور روزے کو افضل سمجھ کر اس کا اہتمام کرتے ہوں۔“

(بخاری، ایضاً؛ ۲۰۰۶ / مسلم؛ ایضاً؛ ۱۱۳۲)

۶۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ: ”عاشوراء کے روز یہودی عید مناتے مگر آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھا کرو۔“

(بخاری: ۲۰۰۵، مسلم: ۱۱۳۱)

۷۔ ابو موسیٰؓ سے مروی مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ: ”اہل خیبر عاشوراء کے روز، روزہ رکھتے اور اس دن عید مناتے اور اپنی عورتوں کو اچھے اچھے لباس اور زیورات پہناتے مگر اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھو۔“ (مسلم: ۲۶۶۱)

۸۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں جا کر یہ اعلان کرے کہ:

”جس نے کچھ پی لیا ہے، وہ اب باقی دن کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے کچھ نہیں کھایا، وہ روزہ رکھے کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے۔“ (بخاری؛ ۲۰۰۷/ مسلم؛ ۱۱۳۵)

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جب دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ: ”اے اللہ کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑی تعظیم و اہمیت دیتے ہیں۔ (یعنی ان کی

مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ تو ہمیں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور یوم عاشوراء کے معاملہ میں تو ان کی موافقت ہو رہی ہے۔، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

(فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ)

”آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نوں تاریخ کو روزہ رکھیں گے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ انتقال فرما گئے۔“

(مسلم: ۱۱۳۴)

۱۰۔ مسلم کی ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ:

(لَيْنَ بَقِيَّتْ إِلَى قَابِلٍ لِأَصُومَنَّ التَّاسِعَ)
 ”اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو ضرور نو کا روزہ رکھوں
 گا۔ (مسلم: ایضاً)
 روزہ نو محرم کو یادس کو؟

عاشورا کے روزے کے بارے میں اہل علم کا شروع سے
 ہی اختلاف چلا آ رہا ہے کہ یہ روزہ نو تاریخ کو رکھا جائے یا
 دس کو؛ یا نو اور دس دونوں کے روزے رکھے جائیں؟
 وجہ اختلاف صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیث (نمبر ۹)
 ہے جس میں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے پیش نظر
 آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

”آئندہ سال میں زندہ رہا تو نو تاریخ کا روزہ رکھوں گا۔“

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ کو عملی طور پر نو کاروزہ رکھنے کا موقع نصیب نہ ہو سکا تاہم آپ ﷺ کا یہ فرمان دسویں محرم کے روزے کے لئے بطورِ نسخ ہے اور اب صرف اور صرف نو ہی کاروزہ رکھنا چاہئے۔ جبکہ بعض اہل علم اس کے برعکس اس موقف کے حامل ہیں کہ نو اور دس دونوں کاروزہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اصل فضیلت والا دن تو دسویں محرم کا ہے۔ جبکہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے ساتھ نویں محرم کاروزہ بھی شامل ہو جائے گا اور اس طرح دونوں صورتوں یعنی فضیلتِ عاشوراء اور مخالفتِ یہود و نصاریٰ پر عمل ہو جائے گا۔ لہذا نو اور دس دونوں تاریخوں کے روزے از بس فضیلت کے لئے ضروری ہیں۔ ہمارے

خیال میں اس مسئلہ میں وسعت پائی جاتی ہے، اس لئے مندرجہ دونوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ ہی اسے خاص کر دینا اور اس کے برعکس دوسری کو غلط قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ان دونوں صورتوں کے الگ الگ مضبوط دلائل موجود ہیں، مثلاً:

صرف نو کاروزہ رکھنے کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو نو کاروزہ رکھوں گا۔ اب حدیث کے ظاہری الفاظ کا یہی تقاضا ہے کہ نوہی کاروزہ رکھا جائے باقی رہی یہ بات کہ اصل فضیلت تو دسویں محرم کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فضیلت کا معیار شریعت ہے۔ اگر شریعت دس کی بجائے نو کو

باعثِ فضیلت قرار دے دے تو پھر نوہی کی فضیلت سمجھی جائے گی اور یہی وجہ ہے کہ جب حکم بن اعرج نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے یوم عاشوراء کے روزے کا سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ: ”جب محرم کا چاند دیکھ لو تو دن گننا شروع کر دو اور نویں تاریخ کو روزہ کے ساتھ صبح کرو۔“ سائل نے پوچھا: ”کیا اللہ کے رسول ﷺ اسی دن روزہ رکھتے تھے؟“ تو ابن عباسؓ نے جواب دیا: ہاں!“ (مسلم: کتاب الصیام، باب ای یوم الصیام فی عاشوراء؛ ۱۱۳۳)

اگرچہ آنحضرت ﷺ دسویں محرم کو روزہ رکھتے رہے مگر عبد اللہ بن عباسؓ نے نویں محرم کے روزے کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اس لئے کر دی کہ

آنحضرت ﷺ یہ فرما چکے تھے کہ آئندہ سال میں نوکا روزہ رکھوں گا۔ گویا اب نوں کو ہی کو سنت سمجھا جائے گا، اگرچہ عملی طور پر حضور کو یہ موقع نہیں مل سکا کہ آپ ﷺ نوکا روزہ رکھتے۔

دس کا روزہ رکھنے والوں کی پہلی دلیل تو یہی ہے کہ اصل فضیلت والا دن دس محرم ہے اور اسی دن آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ روزہ رکھتے رہے۔ تاہم اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان کہ آئندہ سال میں نوکا روزہ رکھوں گا، اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ میں دس کا روزہ چھوڑ دوں گا۔ بلکہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ دسویں کے ساتھ نوں کا بھی روزہ رکھوں گا تا کہ یہود و نصاریٰ کی بھی مخالفت ہو سکے۔ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے

مروی ایک روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: (صَوْمُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالَفُوا الْيَهُودَ) (السنن الکبریٰ للبیہقی: ص ۷۸۷/۲ ج ۴) ”نو اور دس (دونوں کا) روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔“

شیخ احمد عبدالرحمن البنائیؒ نے اس موقوف روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الفتح الربانی: ۱۸۹/۱، مصنف عبدالرزاق؛ ۷۸۳۹، طحاوی: ۷۸/۲)

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی یہ حدیث بھی ذکر کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (لَإِنْ بَقِيَتْ لَأَمْرٌ بِصِيَامِ يَوْمٍ قَبْلَهُ أَوْ يَوْمٍ بَعْدَ يَوْمِ عَاشُورَاءَ)

” اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو میں یہ حکم ضرور دوں گا کہ دسویں محرم سے پہلے یا اس کے بعد (یعنی گیارہویں محرم) کا ایک روزہ (مزید) رکھو۔“

یہ روایت مسند حمیدی (۴۸۵) اور سنن کبریٰ از بیہقی (۲۸۷/۴) میں موجود ہے مگر اس کی سند میں ابن ابی لیلی (جن کا نام محمد بن عبدالرحمن ہے) ضعیف راوی ہے۔ جبکہ امام ابن عدی نے یہ روایت 'الکامل' (۹۵۶/۳) میں درج کی ہے اور اس کی سند میں داؤد بن علی نامی راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک تیسری صورت

بعض اہل علم مندرجہ بالا اختلاف سے بچتے ہوئے ایک تیسری صورت یہ پیش کرتے ہیں کہ نو، دس اور گیارہ

تینوں تاریخوں کے پے در پے روزے رکھ لئے جائیں۔
 بطور دلیل عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی یہ حدیث پیش کی
 جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
 (صَوْمُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ ، وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ ،
 صَوْمُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا)

”یوم عاشورا کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔ (اس
 مخالفت کا طریقہ یہ ہے کہ) یوم عاشورا (دس محرم) کے
 ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو۔“
 یہ روایت مسند احمد (۲۴۱/۱)، ابن خزیمہ (۲۰۹۵)،
 الکامل (۹۵۶/۳)، السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۸۷/۴)
 وغیرہ میں موجود ہے مگر اس کی سند میں بھی ابن ابی لیلیٰ

اور داود بن علی نامی دو راوی ضعیف ہیں لہذا یہ قابل حجت نہیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ روایت میں 'أو' (قبلہ یوما' أو' بعدہ یوما) بمعنی 'یا' ہے۔ جبکہ بعض طرق میں یہاں 'و' بمعنی 'اور' ہے۔ جس کے پیش نظر بعض اہل علم نے تین دن (۹،۱۰،۱۱) کے روزے رکھنے کا رجحان ظاہر کیا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری: ۴/۷۳۷) مگر محل استشہاد روایت ہی ضعیف ہے، اس لئے یہ موقف کمزور ہے۔

احتیاط کا تقاضا

مذکورہ اختلافی مسئلہ میں اگر احتیاط کا پہلو مد نظر رکھا جائے تو پھر یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ نو اور دس دونوں کا روزہ رکھا جائے کیونکہ اگر شریعت کی منشا نو اور

دس دنوں کا روزہ رکھنے میں ہوئی تو اس پر عمل ہو جائے گا اور اگر نو کا روزہ رکھنے میں ہوئی تو تب بھی نو کا روزہ رکھا جائے گا اور دس کا روزہ اضافی نیکی قرار پائے گا۔ علاوہ ازیں اس طرح یوم عاشوراء کی فضیلت اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت دونوں ہی پر عمل بھی ہو جائے گا جیسا کہ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں کہ:

(وقال بعض أهل العلم: قوله صلى الله عليه وسلم في صحيح مسلم: لئن عشتُ إلى قابل لأصومنَّ التاسع، يحتمل أمرين أحدهما: أنه أراد نقل العاشر إلى التاسع، والثاني: أراد أن يضيفه إليه في الصوم، فلما توفي قبل بيان ذلك كان الاحتياط صوم اليومين) (فتح الباری: ایضاً)

”بعض اہل علم کے بقول صحیح مسلم میں مروی اس حدیث نبوی کہ ”اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو نو کا ضرور روزہ رکھوں گا۔“ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ یوم عاشوراء کے روزہ کے لئے دس کی بجائے نو کا روزہ مقرر کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ دس کے ساتھ نو کا روزہ بھی مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ (اب اگر آنحضرت ﷺ اس کے بعد اگلے محرم تک زندہ رہتے تو آپ ﷺ کے عمل سے مذکورہ دونوں صورتوں میں سے ایک صورت ضرور متعین ہو جاتی (مگر آپ ﷺ کسی صورت کو متعین کرنے سے پہلے وفات پا گئے تھے، اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ نو اور دس دونوں کا روزہ رکھا جائے۔“

واضح رہے کہ بغرض احتیاطِ نو اور دس دنوں کا روزہ رکھنے کا یہ معنی ہر گز نہیں کہ صرف نو کا روزہ رکھنے والوں کے خلاف فتویٰ بازی کی جائے بلکہ صرف نو کے روزہ کی گنجائش بھی بہر حال موجود ہے۔ (واللہ اعلم)

محرم میں روزوں کے منافی امور

گذشتہ احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ماہِ محرم میں روزے رکھنا مسنون اور افضل ترین عمل ہے حتیٰ کہ رمضان المبارک کے بعد ماہِ محرم کے روزوں کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے اور محرم میں بھی نویں اور دسویں کا روزہ دیگر دنوں کے روزوں سے افضل ہے، لیکن افسوس کہ جیسے ہی محرم کا مہینہ شروع ہوتا ہے، روزوں کے

منانی امور کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ شہادتِ حسین کی یاد میں دودھ، پانی یا مشروبات کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں، دیگیں پکا کر لوگوں میں کھانا تقسیم کیا جاتا ہے، خوش ذائقہ ماکولات و مشروبات کا اہتمام کر کے فاتحہ خوانی کی محفلیں قائم کی جاتی ہیں اور جوں جوں دسویں محرم کا دن قریب آتا ہے، توں توں ان امور کے دائرہ میں وسعت اور تیزی آتی چلی جاتی ہے۔ گویا محرم اور یوم عاشوراء کے موقع پر آنحضرت ﷺ جتنا اہتمام روزے کا فرمایا کرتے اور صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب دلاتے، دورِ حاضر کے مسلمان ماہِ محرم میں اتنا ہی اس کے منافی دعوتوں اور ضیافتوں کا اہتمام کرنے لگے ہیں اور پھر اسے یقینی بنانے اور مسلسل قائم رکھنے کے لئے سرکاری

طور پر ملک بھر میں چھٹی بھی منائی جاتی ہے۔

چنانچہ ایک طرف تو بعض لوگ مذکورہ امور کی شرعی حیثیت کی چھان پھٹک کئے بغیر ہر اس رسم، رواج اور طریقے کی اتباع شروع کر دیتے ہیں جسے کسی قوم، قبیلے یا فرقے میں خاصا مقام اور شہرت حاصل ہو جبکہ دوسری طرف بعض لوگ مذکورہ امور کے ثبوت کے لئے شرعی و عقلی دلائل بھی پیش کرنے لگتے ہیں مثلاً یہ کہ:

۱۔ یزید کے لشکروں نے شہدائے کربلا کا پانی بند کر دیا تھا، اس لئے شہدائے کربلا سے اظہارِ محبت کے لئے ضروری ہے کہ ان کے نام پر پانی ہی نہیں بلکہ اچھے اچھے مشروبات کی بھی سمیلیں لگائی جائیں۔

۲۔ شہدائے کربلا کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے ماکولات و مشروبات کا اہتمام کر کے فاتحہ خوانی کی محفلیں قائم کرنی چاہئیں۔

۳۔ یہ (من گھڑت) روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ: ”جس شخص نے عاشوراء کے روز اپنے اہل و عیال (کے رزق کے معاملہ) پر فراخی و کشادگی کی، اللہ تعالیٰ سال بھر اس پر کشادگی فرماتے رہیں گے۔“

اگر قرآن و سنت کی تعلیمات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو مذکورہ امور کے جواز کی نہ کوئی گنجائش ملے گی اور نہ ہی کوئی معقول وجہ! ...

۱۔ اول تو اس لئے کہ ماہِ محرم میں روزے رکھنا مسنون ہے جبکہ ماکولات و مشروبات کے اہتمام سے نہ صرف

روزوں کی مسنون حیثیت مجروح ہوتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ایک بدعت بھی رواج پاتی ہے۔

۲۔ دوم اس لئے کہ شہدائے کربلا یادِ یگر فوت شدگان کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے فاتحہ خوانی کی یہ صورتیں قرآن و سنت اور عمل صحابہ سے ثابت ہی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان صورتوں کو دین کا حصہ اور اجر و ثواب کا ذریعہ سمجھ کر قائم کرنا بدعت نہیں تو پھر کیا ہے؟

۳۔ رہی یہ بات کہ شہدائے کربلا کا پانی بند کیا گیا تھا تو یہ قصہ ہی جھوٹا اور بے سند ہے جبکہ خود شیعہ ہی کی بعض کتابوں سے اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؑ کو جب قافلے کے لئے پانی کی ضرورت محسوس

ہوتی تو وہ زمین کھودتے اور فوراً میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلتا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: جلاء العیون باب ۵ ص ۴۵۹، نسخ التواریخ ص ۳۲۶ ج ۲، تصویر کربلا از سید آل محمد، ص ۳۱)

اگر بالفرض بندشِ آب کے قصہ کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر چاہئے تو یہ تھا کہ حضرت حسین سے اظہارِ محبت کے لئے ماہِ محرم میں اتنے دن پیاسا رہنے کا مظاہرہ کیا جاتا جتنے دن ان سے پانی روکے رکھا گیا تھا!

۴۔ ماکولات و مشروبات کے خصوصی اہتمام کی جو روایت بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہے وہ محدثین کے ہاں بالاتفاق جھوٹی (موضوع) روایت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ[ؒ] فرماتے ہیں کہ:

”عاشورا کے روز فضائل کے سلسلہ میں اہل و عیال پر فراخی و کشادگی اور مصافحہ و خضاب و غسل کی برکت وغیرہ کے متعلق جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس دن ایک خاص نماز پڑھنی چاہئے... یہ سب رسول اللہ ﷺ پر کذب و افتراء ہے۔ محرم میں عاشوراء کے روزے کے سوا کوئی عمل بسند صحیح ثابت نہیں۔“

(منہاج السنۃ: ۱۱/۴)

مذکورہ مسئلہ کی مزید تفصیل اور من گھڑت روایات کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو: الموضوعات لابن جوزی (۲۰۳/۲)، اللآئی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعۃ (۹۴/۲) الموضوعات الکبریٰ (ص ۳۴۱) اور مجموع الفتاویٰ (۳۵۴/۲)

۵۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ سانحہ کربلا کے رنج و غم میں رافضی وغیرہ اس انتہا کو پہنچ گئے کہ نوحہ و ماتم سے دور جہالت کی ان فبیح رسومات کو زندہ کرنے لگے کہ جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔ جبکہ ناصبی اور خارجی قسم کے لوگ رافضیوں کی عداوت میں سانحہ کربلا پر خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ایام میں ماکولات و مشروبات کا انتظام کرنے لگے۔ پھر ایصالِ ثواب اور سوگ کے نام پر یہ دونوں باتیں دیگر مسلمانوں میں بھی بڑی تیزی سے سرایت کر گئیں۔

حالانکہ راہِ اعتدال یہی ہے کہ ان تمام بدعات و خرافات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے واقعہ کربلا کو مسلمانوں کے لئے عظیم سانحہ اور حادثہ فاجعہ قرار دیا جائے۔ اور

حضرت حسینؑ اور یزید کے سیاسی اختلافات اللہ کے سپرد کر کے دونوں کے بارے میں خاموشی کی راہ اختیار کی جائے۔

اس سلسلے میں 'محدث' میں شائع شدہ درج ذیل مضامین ملاحظہ کریں:

- یوم عاشوراء کی شرعی حیثیت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ
شمارہ ۲۳۴ اپریل ۲۰۰۰ء

- محرم الحرام، غلطی ہائے مضامین! حافظ صلاح الدین
یوسف شمارہ ۲۳۴ اپریل ۲۰۰۰ء

- سانحہ کربلا اور غزوہ قسطنطنیہ عبد الرحمن عزیز الہ
آبادی شمارہ ۲۲۴ مئی ۱۹۹۹ء

- سانحہ کربلا کے بارے میں افراط و تفریط مولانا ارشد

الحق اثری شمارہ ۲۲ اگست ۱۹۹۹ء

- محرم الحرام کی شرعی حیثیت پر پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

شمارہ ۱۶۶ اگست ۱۹۸۸ء

- محرم الحرام کے فضائل اور یوم عاشورائی مولانا عبد

السلام رحمانی شمارہ ۱۱۵ نومبر ۱۹۸۳ء

- محرم الحرام کی شرعی و تاریخی حیثیت شیخ الحدیث محمد

کنگن پوری شمارہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء

پیکش:

اسلام ہاؤس ڈاٹ کام (بواسطہ: مدٹ میگزین، شمارہ 268 اپریل 2003، صفحہ 1424 جلد: 35 عدد: 4

<http://magazine.mohaddis.com/shumara/164-apr-2003/2088->

(طالبِ دُعا: abufaisalzia@yahoo.com)

